عیسیٰ کی سیرت

پہلا باب

انکشافِ مراد

پاک نوشتوں کی یہ خاصیت ہے کہ اُن میں روحانی واردات کا تذکرہ لکھا ہے۔ اور ایک بہشتی انتظام کا بیان کہ جو اس زمین پر قائم کیا گیا درج ہے۔ چنانچہ اُسکا بہت باموقعہ نام خدا کی بادشاہت رکھا گیا۔ کیا معنی کہ اس انتظام میں وہی اس دنیا کے شکستہ حال کا درست کرنے والا حاکم ظاہر ہوتا ہے۔ جو شخص اس صورت میں مسیحی دین کو پرکھے وہ دیکھیگا کہ یہ دین نہ صرف ایک قسم کا سبق یا منطقی مسائل کا مجموعہ ہے۔ بلکہ واقعی ایک قسم کا غیر معمولی معجزہ ہے۔ جو دنیا دی تواریخ میں درج ہوا ہے۔ اور عیسیٰ مسیح کی بدولت ایک بادشاہی کے نمونہ پہ بنایا گیا ہے غرض وہی اس کا بانی اور مدار ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے یہ انتظام قائم ہے اور بدون اس کے نابود ہے۔ پس ہمارا ارادہ ہے کہ اُسی کی طرف رجوع ہوں۔ جس طرح کہ آفتاب کی روشنی آفتاب کے وجود کی کافی دلیل ہے۔ یوں ہی واضح ہوگا کہ خود اپنی ہی گواہی سے عیسیٰ مسیح ثابت ہوتا ہے۔ ہر چند کہ وہ ہے تو انسان تاہم اس کے کاموں اور سیرت سے دیکھ پڑتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کے ہم ردیف نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اس کے معجزے دوسری واردات کے برابر شمار ہو سکتے ہیں۔ اس کا یہ کلام کہ میں اُوپر سے ہوں میں آسمان سے اُترا

ہوں۔ یہی اُس کی سیرت اور اخلاق کے اظہار ہیں اور اُس کے بیانوں کی کافی اور وافی شہادت ہیں۔

ایسا نہو کہ کوئی شخص ہمارے اس قول کو ناحق گرفت کر کے یہ سمجھے کہ ہم یوں اُن تواریخ کی سچائی ثابت کیا چاہتے ہیں جن میں عیسٰی کا ساختہ پرداختہ لکھا ہے۔ نہیں بلکہ ہماری تحقیقات کا تو یہ مطلب ہے کہ ان نوشتوں کا جھوٹ سچ دریافت کریں۔ ہم صرف یہ کریں گے کہ ان بیانوں کو دیکھ کے محض ان کے اپنے ہی جلال اور ظاہری الٰہی کاملیت اور صداقت سے اُن کی پختگی کے دلائل حاصل کرینگے۔ جو ذکر نئے عہد نامہ میں عیسٰی مسیح کی بابت لکھا ہے اس کو ہم ایسا اُٹھا کے ملاحظہ کرینگے کہ گویا کوئی اور پرانی کتاب ہو۔ یا کسی قدیم کتب خانہ میں سے کسی کاتب سلف کا لکھا ہوا صحیفہ نکال کے اُسے دیکھتے۔ اُس کو کھول کر کیا نظر آتا کہ چار احوال اس میں کسی نادر بزرگ کی نسبت درج ہیں جس کا نام عیسےٰ مسیح ہے

اُس کا تولد ایک عجیب طور پر مریم نامی ایک باکرہ عورت کے پیٹ سے ہونا لکھا دیکھتے ہیں۔ اور یہ بھی ہویدا ہے کہ اُس شخص نے فی الفور بے تکلف اپنا خدا سے نکلنا بتلایا۔ اگر اُس نوشتہ کو زیادہ غور سے دیکھ کر یہ امر کھلے کہ اُس میں اکثر اُس بزرگ کی شاذ و نادر کرامات کا حال مذکور ہے اور اگر ہمارا دل ایسی ایسی کرامات سے نفرت کرے تو ہم اُس کتاب کو جھوٹ اور دغا سے بھرپور مان کے اُسے بالائے طاق رکھتے۔ لیکن اس نادر آدمی کے اخلاق و خصوصیت میں چند ایسی ایسی باتیں معلوم دینگی کہ جن سے ہماری نگاہ فریفتہ ہوگی۔ پس جب غور اور فکر ہم میں ادب اور تعظیم کو پیدا کریں زیادہ جستجو کرتے کرتے اس بزرگ کی خصلت زیادہ تر لطف و عزّت ہمارے نزدیک پکڑتی جائیگی۔ الغرض پیشتر اس سے کہ ہماری تحقیقات پوری ہو ہمارا تعجّب مطلق اُسی شخص پہ عائد ہوگا۔ اور تمام دوسرے عجائب بہ نسبت اُس بیش قیمت موجب تعجّب کے ناچیز اور معمولی معلوم دینگے۔ بلکہ وہ اُس ایک متنفس پر اپنا مدار اور حصر پائینگے اور اُن کا مجموعہ ایک کامل اور جلیل شے

ہوگا۔ جس سے یہ نتیجہ نکلیگا کہ تمام سچائیوں کی سچائی کی روشنی سے ہم روشن ہوئے۔ سو وہ کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ عیسٰی کلام الٰہی جو خدا سے نکل کر ہم انسانوں کے درمیان جسم پکڑ چکا اور ہماری نسل کو نجات دے کر خدا سے ملانے کا وسیلہ ہوا +

پس اب ہم پورے بھروسہ سے اس ایک بُرہان پر عیسوی مذہب کی سچائی کی ایک بھاری وجہ ثبوت کی بنیاد ڈالتے ہیں۔ یعنے اس پر کہ عیسٰی کی سیرت انسانیت سے کہیں برتر ہے۔ کس لئے کہ اگر عیسٰی میں انسان کی ذات سے کئی باتیں اعلیٰ تر ہوں تو ثابت ہوا کہ اس جہان میں ایک چیز در آئی ہے جو کہ انسانیت سے بعید ہے۔ پس اس سے بے ایمانی کا طلسم نکمّا ہو چکا۔ یہ تو ہم نہیں کہتے کہ بالفرض عیسٰی محض آدمی تھا تو بھی عیسوی مذہب فوق العادت نہ ہو۔ کس واسطے کہ اکثر انبیا اور بزرگوں نے وہ باتیں دنیا میں کہیں کہ جن کو ہم الہام کی معرفت نہ کہ اُن کی اپنی رُوح سے پیدا ہونا سمجھتے ہیں۔ علاوہ اس کے فوق العادت چیزوں کے کئی درجہ ہیں۔ مثلاً فوق العادت انسانیت کی باتیں۔ فوق العادت نبوّت کی۔ فوق العادت شیطانی۔ فوق العادت خدائی باتیں ہیں۔ اب ہم دیکھینگے کہ عیسٰی مسیح میں ان سب میں سے اعلیٰ تر قسم کا ظہور ہے یعنے کہ فوق العادت خدائی کی باتیں اُس میں پائی جاتی ہیں +

اول غور کے لائق اُس میں یہ ایک بڑی خاصیت ہے کہ اُس کی جوانی پاک و بے عیب تھی۔ اُس کا بچپن ایسا کھلتا ہے کہ گویا ایک آسمانی بیداغ پھول ہو۔ اُس کا ذکر محض تین چار بے تکلّف جملوں میں مذکور ہے ہر چند کہ تمام خیالات میں سے یہی خیال زیادہ مشکل سے انسان کی عقل میں آتا ہے کہ بچپن میں کیونکر کوئی فوق العادت یا روحانی صورت و سیرت شامل حال ہو۔ پیشینگوئی کی رو سے عیسےٰ کے حق میں یہ کہا گیا کہ وہ پاک چیز۔ اس غیر معمولی

عبارت کا منشا یہ تھا۔ کہ اس کی عجیب خصلت کی بلندی کو ہم میں دل نشین کرے لکھا ہے کہ بچپن میں ہر ایک شے سے پیار کرتا تھا۔ اُس پر خدا اور انسان کی مہر تھی اُس کے اخلاق یہاں تک دلچسپ و پاکیزہ تھے کہ زمین و آسمان کی نظر و پسند سدا اُس پر لگی رہتی تھی۔ علیٰ ہذا القیاس جب لکھا ہے کہ لڑکا بڑھا اور روح میں مضبوط اور علم و عرفان سے مالا مال اور مورد رحم ربانی ہوتا گیا گویا ہم ایک بہشتی پودے کا بڑھنا دیکھتے ہیں اور کسی دوسرے جہان کی خوشیاں ہمیں تازگی بخشتی ہیں +

پھر لکھا ہے کہ بارہ برس کی عمر میں بڑے بڑے عالم و فاضل مردوں کے درمیان جا بیٹھا اور ہیکل کے ملاؤں سے جواب و سوال کرنے پر مستعد ہوا اور اس بیان میں کچھ شوخی یا جوانی کے تکبر کا نام و نشان بھی نہیں۔ لیکن قیاس چاہتا ہے کہ بالفرض اس قصہ کا لکھنے والا کوئی دغاباز یہودی یا عیسائی ہوتا تو ضرور ایسی کسی ناشائستہ حرکت کی علامت لگا دینے سے باز نہ آتا جائے تعجب ہے کہ وہ ملا نے بھی اُس لڑکے پر شوخی یا گھمنڈ کا عیب نہیں لگاتے صرف اس بات پر بہت حیران ہیں کہ ایک ایسے کم سن سادہ دل میں اس قدر معرفت کہاں سے پہنچی۔ اُسی مقام پر اس کی ماں جا نکلی اور اپنے بیٹے کو دھمکانے لگی لیکن وہ ایک ایسے عجیب قرینہ پر جواب دینے لگا کہ ماں نے دریافت کر لیا کہ جس غیر معمولی سر رشتہ سے اُس کی پیدائش اور اُسکے تمام چال و چلن ہوئے ہیں اسی سر رشتہ سے یہ اُس کا کام اور جواب ایک پوشیدہ طور پر علاقہ رکھتے ہونگے سو وہ بھی اپنے گھر کی راہ لے کر اُس کی باتوں کو یاد تو البتہ کرتی رہی لیکن ان کے معنے ہرگز اُس پر نہ کھلے۔ دیکھو یہ کیا ہی گہرا مقدس بھید ہے کہ یہ پاک چیز میرا لڑکا جسکو میں نے اُس کے بارہ سال کے بہشتی بچپن میں اپنی گود میں پالا۔ اب اپنے باپ کے کاموں میں مشغول ہونیکی نسبت بولنے لگا اور ایسے ایسے کلمے کہتا ہے کہ جسکے اصل مطلب کو میں کسی ڈھنگ سے دریافت نہیں کر سکتی ناظرین

پر واضح ہو کہ ہم نے اب تک یہ نہیں کہا کہ اس سارے قصہ میں کچھ بھی اصلیت ہے۔ صرف اتنا تو بولتے ہیں کہ بالفرض راست ہو یا نہیں۔ بیشک اس میں ایک نہایت کامل اور مقدس بچپن کا ذکر تو ہے۔ یعنے ایک پاک اور بہشتی بچپن کا نہ کہ معمولی انسانی بچپن کا خواہ وہ کتنا ہی صاف اور دلفریب نہ ہو اور شاعروں اور قصہ گوؤں کی تعریف کے کتنا ہی لائق نہ ہو۔ اس بارہ میں عیسیٰ کے بچپن کا تذکرہ واحد ولاثانی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی لکھنے والے نے کسی اور مرد کے حال لکھنے میں اس کے بچپن کو بالکل بے عیب بتلایا ہو۔ اول تو اکثر بڑے آدمیوں کی جوانی کے دنوں کا کچھ ذکر بھی نہیں ہوتا۔ دوئم اگر ہو بھی تو اتنا لکھا جاتا ہے کہ اُن کی جوانی اور اُن کی بلوغت میں کئی درجہ کا فرق تھا۔ کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی ہوگی کہ کسی مرد کی جوانی اُس کی بلوغت کے برابر پاک بنائے۔ ہاں البتہ ایک قسم کے بچپن تو بہت نادر بتلائے جاتے ہیں۔ یعنے وہ جن میں لڑکا تو تھا بزرگ و فہمیدہ لیکن پیچھے سے اُس کی ہوشیاری گھٹ گئی۔ سو اس قسم کے لوگوں سے اس رسالہ میں کچھ واسطہ نہیں اُن کی ہمت میں کچھ حرج نہیں اور اُن کے قول و فعل میں کچھ قیام نہیں۔ جو جو آدمی آخر کو بزرگ ہوئے ہیں اُن کی بڑائی میں کبھی یہ علامت نہیں کہ ایک کامل بچپن کے بیچ سے ایک کامل نر اور یکتا لیاقت کی خوش اخلاقی ظاہر ہو گئی ہو مانند کسی پھول کے جو شگوفہ کے بڑھنے ہی سے پھول بن جاتا ہے۔ برعکس اس کے بزرگوں کی دانائی اور لیاقت ہمیشہ گویا ایک مرمت کے طفیل حاصل ہوتی ہے۔ اس مرمت کی بدولت اکثر بیہودگیاں رفع اور دلی بیماریاں دفع ہوتی ہیں۔ اس کی بدولت گھمنڈ شکست پاتا ہے۔ حواس پر عقل کا لگام پڑتا ہے اور حتیٰ کو تجربہ سنبھالتا ہے۔ بلکہ اکثر مصنف اپنی چالاکی اس طور پر دکھلاتے ہیں کہ اول لڑکے کی شیخیاں اور بدخوئیاں لکھ کے پھر ظاہر کر دیتے ہیں کہ پیچھے سے یہ سارے عیب کس طور پر عقل و ادب و جانفشانی سے بدل گئے۔ سوائے اس کے سچ تو یہ ہے کہ اگر کسی زمانہ کا مصنف ایک قیاسی شخص کے بے عیب اور فوق المعقول اور بہشتی لڑکپن کا بیان لکھے تو وہ بے شبہ ایک

طرفہ تر مجموعہ بنا بیٹھے گا۔ اس میں بہتیرے واہیات اور مبالغے اور ناممکن باتیں لکھ رکھے گا۔ یہاں تک کہ اگر زمین و آسمان کی تلاش کیجیے گا تو کوئی بشر یا فرشتہ اُس بیان کے موافق نہ ملیگا۔ چنانچہ ہم اس قول کی ذیل اب پیش کرتے ہیں ✦

یہودی ربیوں کو منظور تھا کہ حضرت موسیٰ کے بچپن کو رونق بخشیں سو انہوں نے یہ کہانیاں بنائیں اور اُن کو یوسیفس نے تالیف کر کے لکھا کہ جب فرعون بادشاہ نے اُس چھوٹے بچے کو اپنی بیٹی کی گود سے لیکر کھیل میں اپنا تاج اُس کے سر پہ دھرا تو اُس نے طعن کے طور سے تاج زمین پہ پھینک دیا بلکہ پاؤں تلے روندا۔ پھر لکھتے ہیں کہ جب موسیٰ تین سال کا ہؤا تو قد میں اتنا بلند اور چہرہ سے اتنا خوبصورت تھا کہ سڑک کے آنے جانے والے اُسے دیکھ کے نقش بدیوار ہو جاتے اور جب تک وہ اُن کی نگاہ میں رہتا اُس جگہ سے ہلنے کا اُن کو مقدور نہ ہوتا۔ ان کہانیوں کو چھوڑ کر دیکھئے کہ مصنوعی انجیلوں میں عیسیٰ مسیح کی نسبت کیسی بیہودہ حکایات پائی جاتی ہیں۔ ان مصنوعی انجیلوں کے لکھنے والے روح القدس کے الہام سے نہیں بلکہ اپنے ہی دلوں کے منصوبوں سے لکھ کر ایسی ایسی چیزیں بتلاتے ہیں جن سے ظاہر ہو کہ عیسیٰ اپنے لڑکپن میں معجزے دکھلانے لگا برخلاف اصلی انجیلوں کے جن میں صاف لکھا ہے کہ اُس نے معجزے دکھلانے تب شروع کئے کہ جب اُس کے علانیہ وعظ کرنیکے دن آن پہنچے۔ چنانچہ مصنوعی انجیلوں میں ذکر ہے کہ ایک مرتبہ دوسرے لڑکوں نے اُس کے ساتھ کھیلنے سے انکار کیا سو اُس نے خفا ہو کر انہیں بکری بنا دیا۔ ایک روز کسی لڑکے نے اچانک اُسے دھکا دیا سو عیسےٰ نے اُس بیگناہ کو جھٹ اپنی ایک بات سے مار ڈالا۔ پھر اُس کے اُستاد نے اُسے حرفوں کے درست نہ پڑھنے کے قصور میں ڈانٹا بلکہ تھپڑ مارا۔ سو عیسیٰ نے اُس کو لعنت دے کے پہلے اُس کے بازو کو سُکھا دیا پھر قتل کر کے اُسے گرایا۔ نتیجہ ان کاموں کا یہ ہؤا کہ یوسف نے مریم کو منع کیا کہ اس لڑکے کو کبھی باہر نہ جانے دینا کیونکہ جس پر وہ خفا ہو جاتے وہ فی الفور

مرتا ہے۔

جب ملنے اُسے پانی بھرنے کو بھیجا تو اُس نے کیا کیا۔ کہ گھڑا توڑ کر پانی اپنی چادر میں بھر کے لے آیا۔ کسی رنگریز کی دوکان میں گھُس کے تمام کپڑوں کو ایک ہی رنگ کی بھٹی میں پھینک کر چل دیا مگر جب اس بچارے نے بھٹی میں کپڑے نکالے تو کیا دیکھا کہ ہر ایک پارچہ پر خاص وہی رنگ لگا کہ جس کے رنگنے کو مالک نے کہا تھا۔ جب عیسیٰ کو بھوک لگی تو ایک کھجور کے درخت کو فرمایا کہ تو جھک جا تا کہ میں تیرا پھل کھاؤں سو وہ پیڑ جھک گیا۔ جب عیسیٰ مصر کے ملک میں گیا تو اُس کے گلی کوچوں میں پھرتے پھرتے سارے بت اور مجسمے خود بخود گر گئیں اور شیر اور بگھیلے ہوئے جانوروں کی مانند اُس کے گرد آئے ✦

چیس یہی واہی تباہی نقلیں ہمارے مطلب کو کافی ہیں۔ یہ سب اس مصنوعی انجیل میں لکھی ہیں جس کا نام بچپن کی انجیل رکھا ہے۔ دیکھو کہ اُن میں اور ان دو تین سادہ سلیس بیانات میں جو عیسےٰ کے لڑکپن کی نسبت اصلی انجیلوں میں لکھے ہیں کیا ہی فرق ہے ✦

دوسرا باب

اُن دلائل کے تذکرہ میں جو عیسیٰ کی ذاتی خصلت سے ثابت ہوتے ہیں

اب چاہیے کہ ہم عیسےٰ کی خصلت پر اُس کی پختگی کی حالت میں دھیان لگائیں اول تو یہ امر صاف نظر آتا ہے جو تمام انسان کی خو سے علیحدہ ہے یعنے بیقصوری جو اُس میں تھی اور کسی میں نہیں تھی۔ ایسا کہنے سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ اُس نے کبھی گناہ نہیں کیا کیونکہ جب بعضے اُس پر الزام لگانے کو تیار ہیں تو اُس کی بیقصوری فرض نہ کرنی چاہیے غرضیکہ اُس کی ظاہری حیثیت یہ ہے کہ وہ ہرگز کسی بات میں مقصر نہیں۔ کسی بُری عادت کا مغلوب نہیں۔ کمینوں کیطرف نرم

دل ہے اور کسی کو نقصان پہنچانے والا نہیں ہے۔ اگر کسی انسان کو بڑہ سے تشبیہ دی جائے تو اُس سے مراد ایک کم حوصلگی ہو گی خواہ وہ کتنا ہی معزز مرد آدمی کیوں نہ ہو۔ لیکن جب وہی مشابہت عیسٰی سے دی جاتی ہے تو اُس پر یہ داغ ہرگز نہیں لگتا حب ہم کسی شخص میں بالکل بے عیبی دیکھیں تو اکثر اس میں کم حوصلگی شمار کرتے ہیں۔ ایسا کوئی مصنّف نہیں کہ کسی معظم بزرگ کو محض معصوم قرار دے کر لکھنے کا قصد کرے۔ کس لئے کہ یہ دو تین باتیں عموماً باہم مختلف رہتی ہیں اُن کا ملانا ناممکن سمجھا جاتا ہے البتہ خیر خواروں کے حق میں بے عیبی تو مانتے ہیں لیکن جو شخص ہمارے سامنے ایک بالکل بیداغ بیقصور آدمی کا ذکر کرے جس نے کبھی ایک دم بھر برائی نہ کی ہو تو البتہ اُسے بزدل اور ڈرپوک گنینگے۔ لیکن مسیح ناممکن بات کو بر لایا اُس کی انسانیت فوق العادت تھی اور بزرگی اور شوکت سے بھرپور تھی۔ تس پر بھی بے عیبی کو اُس نے لپنے شامل حال اس ترکیب سے کیا کہ اُس کی شوکت بے کم و کاست رہی۔ الغرض اُس کی خصلت کی یہی خصوصیت ہے کہ اسمیں الہٰی معصومیت کا معمولی اظہار ہونا اور ایک بہشتی پاکیزہ بچپن کا بڑھنا دیکھا جاتا ہے۔ ہرچند اس نادر مرکب حالی کو پرکھیں ہمارے واسطے اس کی جانچ یہانتک مشکل ہے کہ اکثر اس کی یاد جاتی رہتی ہے۔ خواہ مخواہ اُس کی بلندی کو بھول کر عیسٰی کی سیرت کو محض انسانیت کے درجہ پر اُتارتے ہیں۔ مثلاً جب اُس کی غضبناک دھمکیاں پڑھیں کہ جو فریسیوں کو اُس نے دیں تو اُن کی عبرت سے خوف کھاتے ہیں کہ ایسی نالائق خفگیاں آدمیوں کو کیا ہی کم پھبتی ہیں۔ حالانکہ اصل میں قصور ہمارا ہے اُس کا نہیں ہے۔ فی الحقیقت اس دھمکی کو یوں سمجھنا چاہئے کہ جب ایک پاک نرم دل مرد آدمی لوگوں کی ریاکاری اور غریبوں کی مظلومی دیکھے تو اُس کا رنج خواہ مخواہ ایسی ہی دھمکی سے ظاہر ہوگا۔ علیٰ ہٰذا القیاس صرّافوں کے ہیکل سے نکالے جانے میں صرف عیسٰی کے غصّہ پر فکر کرنا ایک بھاری خطا ہے۔ اس واقعہ کا بیان انجیل میں اس غرض سے

لکھا گیا کہ ہم نہ فقط عیسٰی کے زور پر مگر اس امر پر بھی سوچیں کہ لتنے بہت آدمی ایک واحد عجیب و غریب مرد کی قدرت ذہنی سے مغلوب ہو بھاگے اور ہرچند اُس کی نیکی کے جوش کو نہ جانتے نہ پرکھتے تھے تس پر بھی اس کا سامنا بالکل نہ کر سکے۔ ہم پر بھی لازم آتا ہے کہ ان واردات میں عیسٰی کی الوہیت دریافت کریں جس طرح کہ حق تعالیٰ کی الوہیت آندھی و رگرجنے میں دریافت کرتے ہیں۔ اور نہ صرف الوہیت کو مگر اُس نیکی کو بھی جانچیں جیسا کہ اُوپر لکھا گیا چنانچہ اُس کی اس بے عیبی کی ایک اَور دلیل یہ ہے کہ جب حاکم کی کچہری میں اُس کی تحقیقات ہوئی دشمنوں کو سوائے مذہبی تعصب کے الزام کے اَور کسی گناہ کے ذکر کرنے کا مجال نہ تھا۔ ہاں بلکہ جب پلاطوس نے اُسے دشمنوں کے ہاتھ میں سونپا تو صاف صاف بولا کہ میں اس شخص میں کوئی قصور نہیں پاتا ہوں میں پانی لے کر اُس کے خون سے اپنے ہاتھ دھوتا ہوں۔ پس عیسٰی پاک بے عیب و بے داغ ہوا۔ اور دیکھو جیوں وہ ایک کچلے ہوئے پھول کی مانند صلیب پر لٹکا تیوں زمین و آسمان گویا اُس الہٰی نیکی کے ماتم میں مشغول ہوئے۔ یعنے آسمان پر اندھیرا اور زمین میں ڈگمگا کا زلزلہ معلوم ہوا ✦

اب عیسٰی کے بچپن اور اُس کی معصومیت کی تشریح ہو چکی۔ دیکھو اُس کی دینداری اور انسانوں کی دینداری کی جڑوں میں کتنا ہی لمبا فرق ہے۔ انسان کی دینداری کی جڑ توبہ ہے کیونکہ جو بشر گناہ میں ڈوبا ہوا اور تقصیروں کے بیچ سے چھڑا ہوا خدا سے نزدیکی چاہے بدون توبہ اور آئیندہ نیکوکاری کے ارادوں کے دُعا نہیں مانگتا ہے۔ لیکن عیسٰے نے کبھی گناہ کا اقرار نہیں کیا۔ اُس کی دینداری کی یہ خاص علامت ہے کہ اپنے گذشتہ حال کی نسبت کسی ایک مقام پر استغفار یا توبہ نہیں کرتا بلکہ کامل ہمت کے ساتھ لپنے بدخواہوں کو پوچھتا ہے کہ کون تم میں سے مجھ پر عیب لگاتا ہے اور اپنی زندگی کے اخیر پر خدا کو شاہد اس بات کا بناتا ہے کہ جو الہٰی جلال میرے تئیں سپرد ہوا تھا وہ میں نے کامل و بیداغ انسانوں کو دکھلایا۔ اس موقع پر یہ بات مدِ نظر نہیں کہ آیا فی الواقع عیسٰی میں اس قدر بے عیبی

وہ نیکی تھی یا نہیں یہاں محض غور اس پر ہے کہ اُس نے نہ فقط اپنے کلام میں بلکہ اپنے کاموں میں بھی بے عیبی کا دعویٰ کیا اور اُس کی یہ منزلت وہ ہے جو آج تک کسی انسان نے اپنے شامل حال بتلانے کی جرأت نہیں کی۔ بلکہ اگر کوئی بشر ایسی نیکی کی لاف مارے تو بیشک وہ بہت جلد ایسی خطاؤں اور بیہودگیوں میں گرفتار ہوگا کہ اُس کے دوست بھی شرمندہ ہونگے دشمنوں کا تو کیا ذکر جس نیکی میں توبہ کی بو بھی نہ ہو۔ نہ ایک آنسو نہ ایک استغفار۔ جو انسان ایسی نیکی کا حوصلہ کرے دیکھو کہ کیا ہی جلد وہ نیکی مطلق گھمنڈ ظاہر ہوگی جس انسان کے حواس اور تکبر پر توبہ کی لگام نہ پڑے اُس سے ایسی واہیات باتیں سرزد ہونگی کہ ایک عالم اُس پر ہنسیگا۔ لیکن عیسےٰ کا حال ایسا نہ تھا۔ اگرچہ توبہ اُس نے کبھی نہیں کی تاہم اُس کی بے عیبی بے عیبہ ہی اُس کی پاکی پاک ٹھہری۔ دو باتوں میں سے ایک سچ ہے۔ یا تو وہ بے عیب تھا یا معیوب۔ اگر بے عیب تھا تو اظہر من الشمس ہے کہ انسانی حالات میں سے وہی واحد آدمی مستثنیٰ رہا۔ کیونکہ اُسے چھوڑ کر کوئی دوسرا شخص کبھی نہیں ہوا ہے جو اپنے جسم کو ہمیشہ پاکیزہ اور بے قصور رکھ سکا ہو۔ اگر فرض کریں کہ وہ معیوب تھا تو حاصل یہ ہے کہ اُس ایک انسان نے ایک ایسا دین اختیار کیا کہ جس میں توبہ کا نام ونشان بھی نہیں۔ جو انسانیت سے بعید ہے بلکہ آسمانی ہے جو اُس نے اپنے بچپن میں نہیں سیکھا بلکہ کسی شخص نے آج تک کسی دوسرے کو نہیں سکھلایا۔ اور اگر بالفرض وہ گنہگار تھا اُس کی گنہگاری سے بہت ہی نامناسب تھا۔ اور علاوہ اُس کے یہ کہ اُس مرد نے ایسے نادیدہ ناشنیدہ مذہب کو تا دم مرگ اس سنجیدگی اور پاکیزگی سے بحال رکھا کہ تمام جہان کے لوگ اُس کی تعریف و بندگی کرتے چلے آئے ہیں۔ کہو تو انسانیت کے قرینہ میں اور ان حالات میں اُس سے کوئی زیادہ فرق ہونا ممکن بھی ہے لیکن جو لوگ مسیح کو محض انسان پاک کے مانتے ہیں اسی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ عیسیٰ میں ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اُس نے ان خصلتوں کی یکتائی ظاہر کی

کہ جو اور آدمیوں میں باہم مختلف پائی جائیں۔ مثلاً یہ واقعہ ہے کہ وہ کبھی نہ ہنسا۔ لیکن کوئی یہ نہ کہیگا کہ اُس کی خو میں سختی یا غم یا ترشی نظر آتی ہو برعکس اس کے وہ اکثر ایک پاک خوشی سے بھرپور معلوم دیتا ہے اور اپنی رحلت کے وقت وہ اپنے شاگردوں کو اپنی خوشی کی وصیت کر گیا کہ آرام میں تمہیں دئے جاتا ہوں جو شخص کبھی نہ ہنسے نہ مسکرائے اُس آدمی کی کون برداشت کریگا۔ جس شخص کو دوستی کا مزہ نہ ہو اُس کی ہمدردی کون کریگا۔ ایسے شخص پر تو کچھ اعتبار کرنا بہت مشکل ہوگا لیکن مسیح کے ساتھ ہماری ہمدردی کرنی آسان ہے کس لئے کہ اُس میں ہر ایک تسلّی کا دریا ہے۔ بلکہ اُس نے ہم سے اتنی ہمدردی کی ہے کہ بمشکل اُس کی قدرت اس بات پر قادر تھی کہ اس ہمدردی کا بوجھ اُٹھائے۔ افلاس اُس کے شامل حال تھا۔ اس کا کوئی بڑا آدمی مددگار نہیں اور اُسے رات کو سر دھرنے کی جگہ نہیں۔ اگر اس وضع پر کوئی انسان نمودار ہو تو ضرور ہم اُس پر بڑا ترس کھاتے لیکن جب ان حالات میں عیسیٰ کو گرفتار دیکھتے ہیں تو یہ امر ہرگز خیال میں نہیں آتا کہ اُس بیچارے کو اپنی مفلسی سے نکال اُٹھانا چاہئے۔ کیونکہ وہ خود ہماری نگاہ اپنی تکلیف پر نہیں کھینچتا بلکہ اپنی تہیدستی کی حالت میں اپنے تئیں نہایت اعظم و اعلےٰ ظاہر کرتا ہے اِس دنیا سے وہ ہرگز فریفتہ نہیں اُس کی لذتوں کو وہ نہیں چاہتا اُسکی خواہشوں سے وہ مغلوب نہیں۔ اس پر بھی دُرو بیشانہ ترشی و نفرت سے علیحدہ ہے۔ دنیا سے وہ کنارہ نہیں کرتا بلکہ جس مقدار عالم بالا کی طرف رجوع لاتا اُسی قدر اِس عالم کی آدمیت میں زیادہ شریک رہتا تھا۔ لڑکوں کا بڑا پاس کرتا تھا کیونکہ بچوں میں عین خوشی کا چشمہ ہے۔ شادی میں شادی غم میں غمخواری ضیافت میں شمول کرتا تھا۔ لیکن اِن مجلسوں میں اُس کا دلی اخلاص اُس جلسہ میں رہا جہاں حق تعالےٰ کا جلوس ہے جو انسان روحانی چیزوں کو چاہے خوف ہے کہ وہ بد دماغ نہ بنے۔ جو خوشیاں مناتے اکثر وہ دنیا میں غرق اور حواس میں گرفتار ہو جاتا۔ جو خاص گناہوں سے کنارہ کرے مبادا شریعت

کا غلام بن کر آزادگی کھودے۔ جو آزادگی کی رونق زیادہ پسند کرے خدانخواستہ شوخی و بدپرہیزی کے دام میں نہ آئے۔ نرم دل آدمی اکثر بے رعب ہے۔ آزاد اکثر بیجیا ہے۔ مضبوط اکثر بے تعصب ہے۔ سخی اکثر خودنما ہے۔ انسان کی کمزوری کے نتائج ایسے ہیں کہ سنجیدگی محال ہے۔ قرار میں بیقراری ہے پختہ و دانا عیسائی نے گو اپنے قرائن اور قوانین کتنے ہی سنبھالے نہ ہوں بیشک وہ دن جلد پہنچیگا کہ جب غرور و دلی تاثل کے مارے وہ اپنے دستوروں میں جا بجا گرفت نکالیگا۔ پر عیسیٰ نے نہ تو اپنے چال چلن کے سدھارنے کا کبھی موقع دیکھا نہ اپنے کسی مبالغہ کو کم کرنے کی نہ کسی بیہودگی کے رفع کرنے کی ضرورت سمجھی۔ نہ تو اس کی سنجیدگی میں خلل ہے نہ اپنے دعوے سے اُس کو کبھی بھی پرہیز ہے۔ اسکی پاک کلامی کے متعلق یہ بھی ہے کہ اُس نے اپنی ذات کی نسبت وہ لاثانی دعوے کیا جو کسی زمانہ میں کسی شخص نے سوائے پاگلوں کے اپنے حق میں کرنے کی جرأت نہیں دکھائی بیشک اگر کوئی انسان وہ مرتبہ اپنے واسطے چاہتا کہ جو عیسیٰ نے اپنے لئے چاہا تو اُس کی گستاخی سے ایک عالم حیران ہو کر اُس سے نفرت رکھتا کیا کبھی کسی ذی عقل آدمی نے یہ کلمے کہے کہ میں باپ سے نکل کر آیا ہوں۔ تم نیچے سے ہو میں اُوپر سے ہوں۔ سلیمان سے بڑا ایک یہاں موجود ہے۔ میں اس جہان کا نور ہوں۔ میں راہ اور حق اور زندگی ہوں سوا میرے وسیلے باپ کے پاس کوئی نہیں آتا ہے۔ میں اپنی طرف سب آدمیوں کو کھینچونگا۔ اُس جناب لایزال سے مخاطب ہو کر کس نے کبھی کہا ہوگا کہ میں نے اس جہان میں تیرا جلال ظاہر کیا پھر آدم زادوں سے مخاطب ہو کر یہ کہا ہو کہ میرے پاس آؤ۔ میری پیروی کرو۔ جو شخص ماں باپ کو میری نسبت زیادہ پیار کرے سو میرے لائق نہیں۔ کیا کبھی کسی انسان نے ایسی ایسی عجیب باتیں کہنے کا حوصلہ کیا ہے؟ کسی متنفس کو اتنی جرأت ہوئی بھی ہے کہ آپ اپنے کو تمام روشنی کا چشمہ

تمام بندگی کا واجب ولازم مقصد قرار دے؟ ہاں اگر کسی شخص نے ایسے دعوے کئے بھی ہوتے تو سوا طعن و ٹھٹھے کے اُسے اور کیا حاصل ہوتا؟ لیکن عیسیٰ سے کوئی آدمی ان باتوں پر رنجیدہ نہیں ہوتا ہے بلکہ اُن کی سچائی کی یہ قوی دلیل ہے کہ انجیل کے لاکھوں پڑھنے والوں میں سے شاید کسی کے گمان میں بھی نہ آیا ہوگا کہ عیسیٰ پر متمردی کا الزام لگا بیٹھے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ ان دعووں میں جائے گرفت نہیں نہ جھوٹ نہ بناوٹ کی بو آتی۔ عیسیٰ کی ذات وصفات کی یہ باتیں ایک اصلی جزو ہیں۔ اگر اُن کو برطرف کر کے محض انسانیت کی باتیں باقی چھوڑیں تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا ؛

تیسرا باب

بیان مذکورہ بالا میں

جائے غور ہے کہ اکثر عیسےٰ کے کلام سے بھی بڑھ کر اُس کے سکوت میں اعلیٰ تر دعویٰ پایا جاتا ہے۔ مثلاً جہاں بولتا ہے کہ میں اور باپ جس نے مجھے بھیجا سو چو تو اس عبارت کو میں اور باپ سے کون سی تمثیل نکلتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بدون شبہہ کی ایک علامت کے صیغہ جمع کا استعمال کر کے یوں کہتا ہے کہ ہم یعنے خود اور جناب لایزال ہم اُس کے پاس آوینگے اور اپنی بود و باش اُس کے ساتھ کرینگے کس نبی اور رسول نے اپنے حق میں ایسا کبھی کہا ہے کہ آپ کو حق تعالےٰ کے یوں شامل کرے۔ جب کہتا ہے کہ میرا باپ مجھ سے بڑا ہے تو کیا ہی بزرگ دعویٰ کرتا ہے ہکس آدمی کو ایسا حوصلہ ہوا ہے کہ اپنے وطن کے کسی شہر پر نگاہ ڈال کے یوں بولے جس طرح کہ عیسیٰ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھ کر خطا کار یروشلم کی بابت بولا کہ میں نے کتنی دفعہ چاہا کہ تیرے بیٹوں کو یوں جمع کروں جیسا کہ مرغی اپنے بچوں کو اپنے

پرشتلے جمع کر لی ہے اور تم نے نہیں جانا ۔ پھر دیکھو کہ ہر چند کہ وہ تھا تو محقر و
مردوُد اُس نے عشاء کو اپنی یادگار بنایا اور ایسا بولا کہ یہ میری یادگاری
کے لئے کیا کرو۔ خیر یہ قصہ ذرا طویل ہے پر اس نظر سے کھینچا گیا کہ ان باتوں
سے عیسیٰ کی الوہیت کا بڑا بھاری ثبوت ہے کیونکہ اٹھارہ سو برس کے
شرفا ۔ غربا ۔ علما ۔ فضلا ۔ خواہ کتنے ہی حاسد و خاسد نہ ہوئے ہوں سب
عیسیٰ کی بڑائی کرتے چلے آئے ہیں اُس پر بیہودہ دعویٰ کرنے کا عیب
نہیں لگا سکے ہیں ۔ دیکھو واقعی اُس کی بڑائی کتنی ہے کہ یہ دعوے اُس
کے مناسب و لائق مانے گئے ہیں بلکہ لوگ آج تک اُس کو نہایت غریب و
حلیم سمجھتے چلے آئے ہیں یہانتک کہ ہماری دنیا پر آن کر دنیاوی ہوا کی سانس
بھرنا ہم اُس کے حق میں بڑی غریبی کا نشان سمجھتے ہیں ۔ ہاں اگر صرف اُس کے
شاگرد اور دوست اس گمان کو قبول کرتے تو کچھ بات نہ تھی پر طرفہ تر یہ ہے
کہ بے ایمانوں کے نزدیک بھی ایسا ہی ہے ۔ آج تک کسی ناستک یا بے اعتقاد
آدمی نے عیسیٰ پر تکبر کا الزام نہیں لگایا ۔ نہ یہ ہمت کی کہ اُسے اپنے دعوے
اُلوہیت کی خاطر ملامت کرے ۔ حالانکہ بالفرض یہ اُس کا دعویٰ جھوٹ ہوتا تو
تو کیا معقول موقعہ گرفت ہوتا ۔ اب اے تم جو عیسیٰ کو بالکل آدمی بتاتے ہو بتلاؤ
تو کہ تمام عالم کے عقلمندوں میں سے کون شخص ایسا ہے جس کو ایسے دعوے
کرنے کی جرأت ہوئی ہوگی؟ کون ایسا فیلسوف اور دانا اور پارسا آدمی ہوا
ہے جس کو اس قسم کے کلام پھبتے ہیں جو اُس نے کہے مثلاً "میری پیروی کرو ۔
میرے لائق بن جاؤ ۔ میں تو دنیا کا نور ہوں ۔ تم نیچے سے ہو
میں اُوپر سے ہوں"؟ بلکہ اگر تم اپنے ہی تئیں عیسیٰ کے برابر مانتے ہو
تو کہو کہ بالفرض تم نے اپنے حق میں ایسے بیانات کئے ہوتے تو کب تک
تمہارے دشمن اور نکتہ چین واہی تباہی کلام کی برداشت کرتے ؟ کتنے ہی
جلد تمہارا پردہ توڑ پھاڑ کے اصلیت فاش و آشکارا نہ کرتے ۔ اگر جواب دے کے

بولو کہ نہیں ایسی دلیل نازیبا ہے تو بتلاؤ کہ کیوں نازیبا ہے ؟ اگر تم اور وہ
دونو انسان ہی انسان ہو اور تم بھی نہایت عقلمند اور اعظم مرد ہو اور
عیسیٰ کی غلطیوں کو رفع کر سکتے ہو تو کرو ۔ کیا عجب اگر اس تجربہ کے سے تمہارے
اوپر یہ فاش ہو جاوے کہ تم انسان ہو اور عیسیٰ انسان سے بیش تر ہے ۔
ہم عیسیٰ کے کہنے پر چند باتیں لکھ چکے ۔ اب دیکھو کہ جو فضائل اُس نے تحمل
میں دکھلائے ۔ سو کہاں تک شاذ و نادر ہیں ۔ دنیا کی تواریخ میں ایسا کوئی
بزرگ نہیں ملتا کہ جو اُس کی مانند متحمل ہؤا ہو ۔ ہاں البتہ جنہوں نے عیسوی
دین کی حقیقی تربیت پائی اُنہوں نے کچھ نہ کچھ اُس کے ساتھ موافقت اس
امر میں پیدا کی ہوگی مگر غیر عیسائیوں میں سے سوائے سقراط کے کسی نے
تحمل کا سچا اظہار نہیں کیا ۔ سقراط کا صبر بھی اتنا ہی تھا ۔ کہ جب اُس پر موت
کا حکم ہو چکا تھا اور اُسی وقت قید سے بھاگنے کا موقعہ ملا بھاگنے سے انکار
کر بیٹھا ۔ شاید اصلی نیتیں اُس کی یہ تھیں کہ اول وہ قانون کے مطابق سزا پاتا
تھا اور اس کے نزدیک ہر ایک پر واجب تھا کہ قانون سے مقابلہ نہ کرے ۔
دوئم یہ کہ وہ تھا بڑا فیلسوف و معلم اُس کے نزدیک ایک ایسے آدمی پر شرم
آتی جو کہیں اپنی جان لے بھاگے اور ایسی بزدلی دکھائے ۔ جو پارسا صبر
کی بڑی بڑی ستائش کرتے اُن کی صحیح غرض یہ ہے کہ دُکھ کی برداشت اس
طور سے کریں کہ دُکھ درد کو نہ جھکیں فی الحقیقت یہ صبر نہیں بلکہ اُس قسم
کا کام ہے کہ اپنے زور سے قابو اپنے اوپر حاصل کریں ۔ یہ فتح ہے صبر نہیں
جانفشانی ہے تحمل نہیں ہے سچ تو یہ ہے کہ ایسی پارسائی دنیا کے لوگوں کے
خیالوں سے متعلق ہے جو دنیا کے بڑے آدمی ہوئے ہیں کہ اکثر مرد ذی جرأت
اور ذی وقر کو تب ثابت قدم مانتے ہیں کہ جب وہ ظلم کے ساتھ لڑے اور
جس صورت میں تکلیف سے مقابلہ کرنا ممکن نہ ہو تو لاپروائی کے ساتھ اُس سے
پیش آوے بلکہ تحمل اور حلم اور ستم کا گوارا کرنا محض بزدلی تصور کرتے چلے آئے

ہیں۔ لیکن اس کے خلاف عیسیٰ نے اپنے رعب اور بلندی کو بہت عالی ہمتی سے برقرار رکھا اور تس پر بھی اپنے صبر و تحمل خواہ چھوٹی خواہ بڑی اذیتوں میں نہایت روشن کیا۔ انسان کی سخت تر آزمائش چھوٹی چھوٹی تکلیفوں کے سہنے سے ہوتی ہے۔ بہت لوگ ایسے ہیں کہ اپنے مذہب پر شہید ہونے پر دل و جان سے تیار ہیں لیکن دیکھو اگر چھوٹی تکلیف پیش آئے مثلاً اگر سفر میں تھک جائیں یا ذرا دل گھبرائے یا کوئی شخص ایک خفیف سا جھگڑا اُن کے ساتھ کرے تو واہ واہ کیسا بڑا تماشا مچایا جائیگا بڑے موقعہ پر ہر ایک آدمی بزرگ ہو سکتا ہے اصلی بزرگی اور حلم اور خوش اخلاقی ادنیٰ درجوں کی مشکلوں میں نظر آتی ہیں۔ سو مسیح کا پورا اجلال جو فوق الآدمیت ہے خاص کر کے اُنہیں ہلکے رنج کے مقاموں میں نظر آتا ہے۔ کیونکہ اُس نے جو بڑائی بڑی باتوں میں سو ہی چھوٹی باتوں میں بھی دکھلائی۔ اور ہر ایک حالت میں کامل رہا۔ آدم زادوں کا دستور ہے کہ جب ایک اعلیٰ قصد کی پیروی کامل جانفشانی و دلدہی سے کرتے ہوں بے موقعہ چھیڑ یا روک ٹوک کے پیش آنے پر دق ہو کر مارے اپنی تنگ حالی کی خفگی کے اور زیادتی میں پھنس جاتے ہیں۔ لیکن عیسیٰ حالانکہ اُس کا مقصد تمام قصدوں سے معلیٰ تھا اور وہ اپنے کام کو اپنی روٹی پانی سمجھتا تھا۔ اس میں ساری قوت و قدرت سے مشغول رہتا تھا تاہم ہر خفیف روک ٹوک کو اس مضبوطی سے برداشت کرتا تھا کہ گویا کسی خاص ارادہ سے قائم نہ تھا ہر ایک امر میں ایک خدائی تحمل پر تکیہ کرتا اور چونکہ اُس کی نیت میں خامی نہ تھی ہر کہیں وہ اپنے تئیں ٹھوکر اور اٹکاؤ سے بالا۔ دُنیا کے گرد و غبار سے الگ ایک آسمانی چین میں سدا رکھتا رہا۔ جبھی کا پیاسا تھکا ماندہ دشمنوں کا مردود و دستوار سے چھوڑا ہوا تو تھا تاہم اپنے ذاتی آرام کے زور سے ان اذیتوں پر فتح پا پا کے صلح میں برقرار رہا کیا ✤

بہت آدمی شہید ہو چکے ہیں۔ لیکن عیسیٰ کی موت کے حالات اور سب شہیدوں کی موت سے بڑے فرق پر ہیں اول تو یہ کہ جو سخت دُکھ اُس نے باغ

میں سہا رسوا انسانی قرائن کی رو سے بے موقعہ تھا کیونکہ ہنوز نہ تو عیسیٰ پکڑا گیا تھا نہ گرفتاری کی کوئی صورت نظر آتی تھی ظاہرا امن چین میں آنے جانے کی چھٹی تھی۔ شاگرد سب جمع تھے بلکہ ابھی اکٹھے کمال گرمجوشی اور محبت کے ساتھ کھانا کھا کے آئے تھے ہاں پرسوں چوتھ کی بات تھی کہ تمام خلقت اُس کی پیروی شاہانہ شان و شوکت سے کر آئی تھی۔ تس پر بھی دیکھو کہ غیب دانی کے سبب وہ ایک ایسے رنج سے دبا ہوا ہے کہ جس کی برداشت طاقت بشری سے بعید ہے۔ اور جب پکڑا گیا اور حاکم کے روبرو حاضر ہوا تو اور شہیدوں کی خلاف اپنی صفائی کرنے سے بے خبر رہا بلکہ سوالوں کا جواب بھی نہ دیا۔ دوسرے شہید اپنے فعلوں یا کلموں کے سبب مرتے ہیں پر وہ ان باتوں کے بدلے مرا جو اُس نے نہیں کہی تھیں تاہم اپنی صفائی کرنے سے باز آیا۔ غرض یہ سب اُس کا سلوک آدمیوں کے دستوروں کے برعکس ہے۔ یعنے اُس وقت درد مند ہوا جب دُکھ پیش نہ تھا اور اس وقت چپ رہا جب صفائی کا ثبوت دینا تھا۔ اب بولو تو کہ اس غمگینی میں اور اس ہیبت ناک مصیبت میں بزدلی کی بھی کوئی علامت تھی؟ ہرگز نہیں اگر محض بشر ہوتا تو اُس میں ناجائز خوف کی صورت نکلتی۔ لیکن کسی نے آج تک یہ نہیں دیکھا کہ کسی فرد بشر کو ایسے دُکھ اٹھانے کی گنجائش ہوئی ہو کہ پسینے کے راستہ سے خون ٹپکے بیشک اس میں تو کچھ بھید ہے۔ کیا مضائقہ کہ ہم اس بھید کو یوں کھولیں کہ اس میں ایک الٰہی راز ہے۔ کون بتلا سکے کہ فوق الآدمیت کی ذات میں کس قدر برداشت ہو سکتی ہے۔ اور بالفرض وہ ذات ایک انسانی جسم میں سماوے تو وہ جسم کس حد تک دق ہو سکے اور بالفرض اس تمام دنیا کے تمام ظلموں میں سے غایت درجہ کا ظلم ایک پاک دامن بیگناہ مرد کے اوپر کیا جاوے تو وہ بیچارہ کہاں تک تنگ ہوگا۔ علاوہ اس کے اُس کی محبت کا سرشتہ یہ ہے کہ اوروں کی تکلیفوں اور دردوں میں بلکہ جہاں تک بن پڑے اُن کے گناہوں کی سزا میں بھی شامل ہوتی ہے بلکہ انہیں اپنے اوپر ایک بوجھ کی مانند اُٹھاتی ہے سو بالفرض عیسیٰ الٰہی تھا

اور بالفرض وہ خدا کی محبت مجسم تھا۔ تو کہو کہ اُسے اِس گناہ کے فکر میں جو انسان کی خطاکار نسل ابھی کرنے کو تیار تھی کیا کیا سوچنا تھا۔ کیا خدا کے رسول کا اور نبیے وکیل اور مددگار کا اور اس جہان کے یکتا پاک و بے گناہ باشندہ کا قتل کرنا انسان کے لئے چھوٹی بات تھی؟ جو شخص ان باتوں پر خیال کرے سو دیکھے گا کہ عیسیٰ کو محض آدمی سمجھنا ممکن نہیں ہے۔ اب کہئے کہ جب وہ حاکم کے سامنے کھڑا کیا گیا تو اُس نے کیوں اپنی صفائی نہ کی۔ اس کے کئی سبب ہیں۔ اول تو یہ کہ وہ جانتا تھا کہ یہ فرضی عدالت ہے۔ جو شخص ایک بھیڑ کے ساتھ سوال و جواب کرے تو فقط اپنا دم کھوتا ہے کہ کوئی اُس کی نہیں سُنتا ہے۔ جو آدمی ایسے ہجوم کے سامنے اپنی بے قصوری ظاہر کرے تو سوائے اپنے خوف ظاہر کرنے کے اور کچھ اُس کو حاصل نہیں ہے۔ کوئی سنجیدہ مرد آدمی ایسا نہ کرے گا اور یوں کرنا عیسیٰ نے بھی نامناسب سمجھا۔ دوئم یہ کہ اُس نے اپنی صفائی اپنی چال سے اور اُن دو ایک باتوں سے کی جو اُس نے کہیں جن کی تاثیر پلاطوس کے دل میں واویلا و شکایت کی بہ نسبت بہت زیادہ تھی۔ دیکھو عیسیٰ میں کتنی تسکین و دانش و صبر و ضبط معلوم ہوئے آدمی کے طور پر نہیں مگر کسی فوق الآدمیت کے طور پر مراد چنانچہ اُس سخت صوبہ دار نے بھی دیکھ کے کہا کہ بیشک یہ خدا کا بیٹا تھا گویا اُس نے کہا کہ میں نے آدمیوں کا مرنا تو دیکھا ہے مگر یہ آدمی نہیں ہے لوگ اسے خدا کا بیٹا بتلاتے ہیں ضرور سچ کہتے ہیں ٭

چوتھا باب

اُن دلائل کی تشریح جو عیسیٰ کے قصوروں پر مبنی ہیں

آئندہ ذکر کیا جاتا ہے کہ مسیح نہ صرف اپنی اخلاقی خصلتوں میں اپنی اُلوہیت ظاہر کرتا ہے مگر اپنے کاموں اور ارادوں میں بھی وہی خاصیت عیاں کرتا ہے اور یہ ایسے [illegible] کہ اگر ہم فرض کریں کہ وہ فقط آدمی تھا تو تمام سو دیکھیں

میں سے زیادہ تر باطل ہے۔ اس کی تمام نادانی کے دنوں میں لوگوں نے یہ اُسے سکھلایا بلکہ یہودیوں کی دینی تعلیم یہی تھی کہ فضل الٰہی صرف ایک ہی نسل کے واسطے مقرر ہے اور سوا یہودیوں کے اور کسی قوم کو حصہ و بخرہ حیات ابدی میں نہیں ملنے کا۔ اس کے برخلاف عیسیٰ نے قصد کیا کہ اس سرزمین پر خدا کی ایک ایسی بادشاہت قائم کرے کہ جس میں نہ صرف یہودی و مختون آدمی مگر انسان کی ساری نسل نئے سر سے دلی پیدائش پائیں۔ چنانچہ سکھلانے کے شروع میں اُس نے کہا کہ بہت لوگ پورب اور پچھم سے آکے خدا کی بادشاہت میں ابراہیم اور اضحاق کے ساتھ بیٹھینگے کیمیت سے تمام جہان۔ خدا نے اس جہان کو ایسا پیار کیا کہ اُس کے عوض اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخشا۔ تم جا کے انجیل ہر ایک مخلوق کو سناؤ۔ پس دیکھو کہ مسیح کا قصد کیا ہی بزرگ ہے کہ انسان کی نسل کو نئے سر سے پیدا کر کے حق تعالیٰ کے حضور ایک پاک یگانگت کے ساتھ اُسے پیش کرے۔ ایک مرد خدا ریزو نام نے اسی ایک دلیل پر عیسیٰ کی الوہیت کے ثبوت کی بنیاد ڈالی ہے۔ دنیاوی تواریخ کا انتخاب کر کے اُس نے ظاہر کیا ہے۔ کہ تمام دنیا کے جتنے بڑے بڑے بادشاہ حکمران پہلوان جنگی فیلسوف۔ اہل قلم۔ اہل سیف۔ انبیاء رسول ہوئے ہیں کسی نے کبھی ایسا ارادہ یا ایسا قصد نہیں کیا۔ ہاں البتہ بہتوں نے یہ تو چاہا کہ اپنی ہی قوم و گروہ کو بلند کریں۔ لیکن اُن کی منشا ہمیشہ یہی ہوتی آئی ہے کہ اپنی قوم کی بلندی سے اور سب قومیں پست و پامال ہوں۔ اس ایک جلیلی بڑھئی نے اکیلا اور یہی ڈھنگ کا مقصد ٹھہرایا۔ نہ تو اُس نے کرۂ زمین کا نقشہ کبھی دیکھا نہ اکثر اُمتوں کے نام بھی سُنے تس پر بھی اپنی دوکان سے نکلتے ہی اُس نے اُس کام کا سرانجام چاہا کہ جو سکندر کے ارادوں سے بھی بڑا تھا۔ کیونکہ سکندر نے فقط ملکوں اور آدمیوں کے بدنوں کو جیتنا چاہا پر عیسیٰ نے اُن کی رُوحوں کی ابدی سلامتی مد نظر کی۔ گویا اُس غریب حرفتکار کے نزدیک ایسا بھاری عزم کچھ بات نہ تھی۔

سوائے اُسکے جائے تعجب ہے کہ اُسکی تجویز یہ نہ تھی کہ میرا ارادہ ایک یا دو پشت کے عرصہ میں پورے ہو دیں۔ نہیں بلکہ جیسا اُس نے یہ ٹھانا کہ تمام رُوے زمین پر میری بادشاہت پھیلے ویسا ہی اُس نے یہ بھی مقرر کیا کہ تار و ز حشر پھیلتی جائے۔ خود اسکے بڑھنے کی تمثیل اُس نے ایک رائی کے دانہ سے دی جو آخر تمام زمین پر چھا جائیگی چنانچہ اُسکے سامنے ہزار سال ایکدن کے برابر ہیں۔ اُس نے ایام کے گذرنے کا شمار بھی ہرگز نہ کیا بلکہ ایک تکیے جو صفے سے اس نے اپنی موت کو اُس آنے والی بادشاہت کا تخم سمجھ کے کہا کہ اگر اناج کا دانہ زمین میں گر کے نہ مر جائے تو وہ اکیلا رہتا ہے۔ لیکن جو زمین میں گر کے تو پھل لاتا ہے۔ علاوہ اس کے اُس نے اپنی وفات کے بعد کے دنوں کا خیال کر کے خاص موت کے دو ایک روز پیشتر وہی مضبوطی دکھلائی کہ جو انسان کے وہم و فہم سے بہت دور ہے۔ مثلاً جب بیت عنیاہ گاؤں میں اُن دو بہنوں کے گھر ضیافت پہ بیٹھے بیٹھے ایک کنگال عورت نے عطر کی کپّی اُس کے پاؤں پر بہائی تو اُس نے یہ کہا کہ یہ عورت میرے بدن کو موت سے پیشتر مسح کرنے کو آئی ہے میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جہاں کہیں تمام جہان میں اس انجیل کی منادی ہوگی وہاں یہ جو اس عورت نے کیا اُس کی یادگاری پر کہا جائیگا۔ دیکھو اس کلام میں کچھ خوف یا کم اعتقادی کی آواز نہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ جو باتیں میں نے آگے کہیں جوانی کے وہم تھے بلکہ اس کلام کا یہ حاصل ہے کہ جس درخت پر میں پھولا اُس کی جڑ تو البتہ اب لگائی جاتی مگر اُس کا پھل آخری زمانہ میں چند مدتوں کے بعد پکیگا۔ بھلا اب بولو تو کہ اس قصد کی خاصیتیں معلوم کر کے فوق الآدمیت کا سا معلوم ہوتا ہے یا نہیں دیکھو اس میں کیا ہی محبت ہے کیا ہی وسعت ہے۔ کیا ہی مذہبی بندگی ہے۔ کیا ہی حوصلہ ہے کیا ہی طوالت ایام ہے۔ کیا ہی دوراندیشی ہے کس طور پر انسان کو خدا سے ملانے کی نیت ہے۔ پھر کہو کہ آیا ممکن تھا کہ ایک دیہاتی بڑھئی کے ہوش میں ایک ایسا عزم کبھی آتا بھی؟ اور بالفرض آتا تو وہ بیچارہ اُس مقصد کو اپنے مرنے تک قائم رکھتا؟ ضرور اس دنیا میں پاگل بہت ہوئے ہیں سو اُنہوں نے اپنی

بیوقوفی بڑی بڑی بیہودہ حرکتوں سے واضح کی۔ لیکن ہم کامل یقین سے کہتے ہیں کہ یسوع ایسا قصد باندھے کہ جو انسان کی سمجھ سے باہر ہے جو ہزاروں برسوں میں پورا ہونے والا ہے۔ پھر اُس بغیر دھوم دھام کے ظاہر کرنا اور اُس کا آغاز اپنی جان دے کے کرنا یہ انسان کا کام نہیں خدا کا ہے۔ کوئی فرد بشر ایسا عزم نہیں باندھتا ہے کہ جو علی الدوام مستقیم رہنے والا ہے جس کا نتیجہ روز قیامت پر موقوف ہے۔ ایسا عزم الٰہی ہے نہ کہ انسانی۔ پھر ذرا سی توجہ اس بات پہ تو کرو کہ عیسے نے اپنی صحبت مسکینوں اور مفلسوں کیساتھ کی۔ خود غریب آدمی کے گھر پیدا ہُوا اور اپنے دین کے پھیلانے کی اُمید کنگالوں اور انپڑھ آدمیوں پر دھر بیٹھا۔ حالانکہ اُس کے اخلاق و سیرت و عقل ایسی کی سی تھی اور اکثر بڑے آدمی اُسے گھیر لیتے بلکہ رات کے وقت اُس کی تعلیم پر حاضر ہوتے اور اُسے اپنی محفلوں میں بلاتے تھے اُس نے کسی موقع پر غریبوں سے گھن نہ کی۔ دُنیاوی ترقی نہ چاہی ہرچند کہ یہ بھی کچھ خراب چیز نہیں۔ بلکہ ہمیشہ کمینوں کی رفاقت میں خوش رہا کس لئے کہ اُس کی دریافت میں یہ امر صاف تھا کہ ایسے لوگ اکثر بہ نسبت بڑے آدمیوں کے سچائی کو زیادہ ڈھونڈتے اور چونکہ علم کی مغروری سے خالی ہیں۔ نئی تعلیم پانے پر تیار ہیں۔ اسواسطے عیسے غریبوں کے ادنی سلوک سے بیطرف تو تھا مگر ہر گھڑی اُن کی خدمت میں اس سرگرمی سے حاضر تھا کہ شاید کوئی شخص بزرگوں کی خدمت میں بھی ہوا ہوگا۔ پاؤں پیادہ ادھر اُدھر جا جاکے اُنہیں سکھلاتا اور چنگا کرتا پھرا۔ برسوں تک اپنی تمام قوت بیمار داریوں میں صرف کرتا پھرا۔ پاگلوں۔ اندھوں۔ لولوں۔ لنگڑوں کا علاج اُس نے کیا۔ اور بیچارے بیوپوں کوڑھوں اور زخمیوں کو اُس نے ہٹایا۔ اس تمام محنت و مشقت میں اجر اُس نے فقط یہی پایا کہ اُس کے کام تھے نیک اور پسند خدا۔ اس دنیا کے لوگ اکثر بزرگوں کا خیال کرتے ہیں اور ذلیل قوموں کو ہیچ سمجھتے۔ پر عیسے نے اس بات کو پہچان لیا جسے اب بڑے بڑے ہوشیار آدمی سیکھنے لگے ہیں یعنے یہ کہ وہ مملکت مضبوط ہے اور وہ اُمّت تازہ و خوش ہے جس کے غریب غربا آزاد و ہوشیار و جوانمرد ہوں

دیکھو اس میں کتنی پیش بینی اور الہٰی معرفت نظر آتی ہے۔ اگر چاہتا تو اُس کو مشکل نہ تھا کہ بزرگوں اور اشرافوں کی نشست و برخاست میں شامل ہوتا اور اپنی تعلیم علماء و فضلا کے جلسوں میں کرتا اور اپنی بادشاہت کی بنا انہیں میں ڈالتا مگر اُس نے یہ اختیار نہ کیا۔ برعکس اس کے اُس نے وہ بات مدِ نظر رکھی کہ جسکو دانا و دانشمند دور اندیش لوگوں نے تھوڑی مدت سے پسند کرنا شروع کیا ہے یعنے یہ کہ جو مثال مشہور ہے پرجا سکھے تو راجا سکھے سو اب لوگ سمجھتے ہیں کہ غریبوں کے تصدیعہ سے اور جنگ و جدل میں ہلاک ہونے سے اور غلامی میں پکڑے جانے سے اور جہالت سے ریاستوں کی کمزوری اور بربادی ہے در اصل یہ دانش مسیحی مذہب کا پھل ہے۔ گو بزرگوں نے اس کی نسبت لکھنے اور پڑھنے میں تو دریغ نہ کیا تاہم اس کا واقعی ظہور محض عیسوی دین والی مملکتوں میں پایا گیا۔ لیکن یہاں ذکر کرنا اس امر کا مناسب ہے۔ کہ ہر چند عیسیٰ نے غریبوں کی ہمدردی تو کی پر طرفداری سے اُس نے مطلق کنارہ کیا اور واضح ہو کہ یہ امر بہت مشکل ہے۔ جو شخص دوسرے کا مربی مددگار ہو سو خواہ کتنا ہی عادل و عالی ہمت کیوں نہ ہو پاسداری نہ کرنی اُس کے لئے نہایت دشوار ہے مظلوموں کا [illegible] ساتھ دیکھ کر خود پسندی کے زور سے وہ اکثر بزرگوں کی ملامت کریگا تاکہ غریبوں کے نزدیک اُس کا ایسا قدر و مرتبہ بڑھ جائے سو یہیں کرنے سے بلا ناغہ اُس کے شاگرد اور دامن گیر بھی سینہ زوری اور بغاوت پر مستعد ہونگے۔ علاوہ اس کے انسان کی خو یہ ہے کہ فرقوں اور گروہوں پر تقسیم ہوں۔ چنانچہ کارنتھ کے شہر میں ایسا ہوا کہ بعضوں نے پولوس کی پیروی کی۔ بعضوں نے اپلوس کی۔ بعضوں نے پطرس کی۔ وہ کتنے ہی روکتے رہے لوگ نہ رکے۔ لیکن عیسیٰ کے شاگردوں کے بیچ ایسی منافرت کو جگہ نہ ملی جس روز انہوں نے کسی مرد کو کرامت کرنے سے اس لئے دھمکایا کہ وہ اُن کے گروہ میں نہ تھا۔ عیسیٰ نے اُلٹا اُن کی بیوقوفی کو ڈانٹا۔ البتہ اُس نے غریبوں کی حق تلفی کے لئے ظالموں کو سخت ملامت تو اکثر کی اور عقلی و نقلی دلائل لا لا کے اُن کی سختی و بے رحمی کی علت سے اُنہیں خوب

سمجھایا۔ اور اُن کے دلوں کے مکر و فریب کو بالکل کھول دیا۔ مگر غریبوں کو اپنے ہمراہ ہو کر بلوا مچانے کی فرصت ہرگز نہ دی۔ اُلٹا اُس نے انہیں سنبھال کے اپنی ذاتی سنجیدگی کی بدولت اُن کو ہجوم و شور سے ہمیشہ روکا۔ بلکہ جس روز اُنہوں نے زبردستی اُسے بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا چپکے وہاں سے چل نکلا اور جب فریسیوں نے اُسے محصول دینے کی بابت پوچھا تو صاف صاف کہدیا کہ ضرور حاکموں کو محصول دینا ہر ایک پر لازم ہے ٭

یہ تو سچ ہے کہ جس روز یروشلم میں آتے آتے خلقت اُس کی پیشوائی پر گئی ایک بھیڑ جمع ہوئی۔ لیکن یہ واقعہ نبیوں کی باتوں کو پورا کرنے کی خاطر ہوا۔ لوگوں کی دلی آرزو اُس کی بادشاہت پر مائل نہ تھی۔ ثبوت اس کا کافی یہ ہے کہ دو روز بعد وہی لوگ پکار پکار بولنے لگے کہ اسے صلیب پر کھینچو اسے صلیب پر کھینچو۔ غرض عیسیٰ اپنی عمر بھر کسی زمانہ میں خلقت کا حاکم و سردار نہ ہوا۔ ہاں گو کہ انہوں نے اُس کی کرامات دیکھنے کیلئے اور اپنی بیماریوں سے آرام پانے کے لئے اُس کا پیچھا تو کیا اور اُسکو اپنا دوست و ہمدرد جان کے اُس کے پاس تو آئے۔ تس پر بھی یہ کبھی نہ دیکھا گیا۔ کہ شورش یا فساد میں شامل ہوں تمام جہان کی تواریخ میں یہی ایک واحد آدمی ایسا ہوا ہے کہ جس نے بدوں ہنگامہ کے اور بدوں اپنی بہتری کے کمینوں کی بڑی خاطرداری کی اور اُن کو اپنے ساتھ شامل رکھا ٭

پانچواں باب

عیسیٰ کی تعلیم کا بیان

اس باب میں کئی ایک مدائح عیسیٰ کی نسبت لکھے جائینگے یعنے اوّل اس کا دستور دوئم اُس کے فضائل سوئم اُس کے مقصد۔ اوّل اُس کا دستور سو اس صیغہ میں پہلی بات قابل غور کے یہ ہے کہ اُس نے اس ترکیب سے سکھلایا کہ پیشتر

کسی نے نہیں سکھایا تھا نہ کسی نے اس راہ میں اُس کی ہدایت کی تھی۔ بہت لوگ ایسے ہیں کہ جنہوں نے دنیاوی علوم کی نئی نئی راہیں نکالی ہیں لیکن مسیح کی تعلیم کا اُنہی نرالا ڈھنگ ہے۔ جو بات اُس کے ہمجنسوں نے اُس کے حق میں کہی کہ اُس شخص نے کبھی نہیں سیکھا اس بات کو ہم اُس کے حق میں سچ دیکھتے ہیں کیونکہ اُس کی تربیت میں علوم کی بو نہیں آتی۔ نہ تو اپنے وطن کے نہ اپنے وقت کے قرینے پر بحث یا تنازع برپا کرتا ہے۔ بعضوں کا دعویٰ ہے کہ اُس نے پارسیوں یا مصریوں کی یا کسی دوسرے ملک کی تعلیم اختیار کی لیکن جو ایسا کہتے ہیں بڑی خطائیں گرفتار ہیں بلکہ صاف صاف جھوٹے ہو چکے ہیں۔ فرض کرو کہ عیسیٰ فقط آدمی تھا۔ تو اس کی آدمیت اس عجیب صورت پر ہے کہ وہ خود ایک کرامت ہے تھوڑی ہی سوچ بچار سے واضح ہوگا کہ اُس کی تمام تعلیم اُس کے اپنے ہی ذہن سے جاری ہے یعنے اس کی خدائی ذات سے اور اس میں انسانیت کا کچھ دخل نہیں۔ وہ انشا کے سررشتہ پر نہیں سکھلاتا منطقی دلائل پیش کرکے ثبوت جمع نہیں کرتا۔ ہرگز نہیں لیکن جیسا کہ کوئی پردیسی اپنے ملک سے آن کر اُسکا حال ہم کو بتاوے یوں ہی عیسیٰ خدا کی اور روحانی باتوں کی نسبت اس طور پر چرچا کرتا ہے کہ گویا اُن کی اصلیت ہمیں بتانے کو آیا ہو۔ بیشک اس توضیح میں بڑی پختگی پائی جاتی ہے محض اُس کے کلموں سے اُس کی درستی ثابت ہوتی ہے۔ وجوہ یا دلائل اس موقعہ پر بے موقعہ نظر آتی ہیں۔ اُن کی صفائی اگر کوئی کرے تو زیادہ غبار چھا جائے کیونکہ عیسیٰ کی روشن باتوں سے جہان روشن ہے گویا حق تعالیٰ حاضر و ناظر معلوم دیتا ہے۔ تب سے آجتک انسان کی آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ گویا بہشت کی خوشیاں اس جہان میں پھیل رہی ہیں ✤

پھر دیکھو کہ عیسیٰ ہرگز لوگوں کی رضا جوئی پر اپنی تعلیم میں ہیر پھیر نہیں ڈالتا بلکہ اپنے دوستوں اور شاگردوں کی اُمید کے برخلاف عمل کرتا ہے۔ جب وہ اُس کی نبوت کی علامات اس سے ڈھونڈتے تو وہ پہلے نبیوں کے طور پر نہیں برتتا جب

انہوں نے اُس سے اُس کی بادشاہت میں مرتبے اور اسامیاں چاہیں تو اُن کی کم عقلی پر ملامت کرکے اُس نے یہی کہا کہ میری مصیبتوں اور میری مغلسی میں البتہ حصہ لو۔ اُنہوں نے جس وقت اُس کی حکمرانی کا انتظار کیا کہ اب وہ ہماری قوم کو سرکردوں سے ہمیں چھڑائے گا تو بولا کہ میں نہ فوج کا افسر ہوں نہ بادشاہ۔ میں تو صرف الٰہی محبت کا رسول اور انسان کا خدمت گذار بن کر آیا۔ غرض آدمیوں کی ساری دنیاوی اُمیدوں کو دبایا پر انہوں نے باوجود اس کے اُس پر کامل اُمید رکھی۔ اُس کا بھید کسی پر نہ کھلا۔ لیکن تاہم ایک عالم کا پورا توکل اُس پر رہا۔ اُس نے جماعت نہیں جمع کی پر سینکڑوں آدمی سدا اُسے گھیرے رہے۔ عیسےٰ میں ایک عجیب خاصیت یہ بھی ہے کہ ہر چند انسان کی تجویزوں میں دو مبالغوں کے نفاق سے مطلب حاصل ہوتا۔ اُس کی تجویز و تعلیم یک لخت اپنے مقام پر جا ٹھہرتی تھی۔ آدمی خواہ کتنا ہی سنجیدہ و عقلمند کیوں نہ ہو اُس کی خصلت یہ ہے کہ اوّل یوں مائل ہوگا پھر یوں۔ کبھی زیادہ دلگیر پھر زیادہ خوش۔ کبھی بیہودہ جرأت کریگا پھر بے سبب ڈریگا۔ دو فرقے دونو سروں پر کھڑے ہو ہو ڈٹینگے تا وقتیکہ ایک اُن کا صلح کرانے والا دونو کے قصوروں کو ظاہر کرکے دونو کے دلوں کو ایک دوسرے کی طرف نہ اُبھارے۔ لیکن مسیح تو کسی اہل یا فریق کا سردار نہ تھا نہ اُس نے کبھی بحث کو بیجا کھینچا اس امر میں وہ تمام جہان کے سارے معلموں سے لاثانی ہے کیونکہ اُس کے دل کا آرام اور ذہن کی تیزی اس قدر تھی کہ ہمیشہ ہر بات کی اصلیت کو پہلے ہی پرکھ کے عین درستی پر جھٹ پہنچتا تھا کیونکہ اُس کے مزاج ہی میں نہیں آتا تھا کہ کسی بات کو کچھ طور پر سمجھے۔ مثلاً اُس نے اپنے شاگردوں کو سمجھایا کہ بادشاہوں اور حاکموں کے حضور ہمیشہ میرا اقرار کرو لیکن ہرگز ان کی حکومت کو نہ چھوڑو فریسی جو موسیٰ کے تخت پر بیٹھے تھے اکثر ظلم و تعدی کرتے تھے لیکن اُس نے یوں سمجھایا کہ اُن کی شریعت پر عمل کرنا چاہیئے۔ دنیا میں اور کلیسیا میں بہت کم چیزوں کو درست بتلایا۔ تس پر یہ نہیں بولا کہ اُن کے ساتھ فتنہ و

فساد کرنا چاہیئے۔ دیکھو جب کوئی مرد کسی بے ڈھب بات کو سُدھارنے لگے تو اُس
میں کتنی سختی و بے صبری و غصہ وزور و شور نظر آئیں گے۔ انجام اِس کا اکثر کیا ہی
بد ہوتا ہے پر مسیح نے ہر چند دنیا کی سب باتوں کو سُدھارنے کا قصد کیا۔ اس
چین اور نرمی اور شیرینی اور صبر سے سلوک کرتا رہا کہ گویا اُس کا ایک بھی مخالف نہ تھا۔
گویا اُس کا ارادہ حاصل ہو چکا تھا۔ غرض ایسی سنجیدگی سے یہ ثابت ہے کہ اس
کا علم انسانیت کے علوم سے اعلیٰ تر ہے۔ اگر اس فضیلت کی تمام مثالیں لکھی جائیں
تو بڑی طوالت ہوگی۔ ایک ہی بات دیکھو کہ جس میں اُس نے اس قسم کی سنجیدگی بہت
ہی صاف دکھلائی۔ اُس وقت کے لوگ اُس ملک میں وسواس و وہم سے نہایت
دبے ہوئے تھے لیکن مسیح جو بے علم آدمیوں کے درمیان پیدا ہوا تھا جن کے
بیچ میں اکثر بہت سے وہمی خیالات پائے جاتے ہیں اُن سے بالکل پاک اور خالی
تھا۔ چنانچہ جب بعضوں نے اُس سے پوچھا کہ آیا وہ لوگ جن کو پلاطوس نے
خاص قربانگاہ میں قتل کیا تھا یا وہ جو سلوام کے بُرج تلے دب کے مر گئے
بہ نسبت اوروں کے زیادہ گنہگار تھے؟ اُس نے کہا کہ نہیں بلکہ اگر تم توبہ
نہ کرو تو تم سب یوں ہی فنا ہو جاؤ گے۔ پھر سبت کے حق میں اُس نے یوں
تربیت کی کہ تمہارے حق سبت کا دن جس طور موسیٰ نے اُسے قرار دیا
اُسے ویسا ہی ماننا چاہیئے پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ سبت انسان کے واسطے
بنا نہ کہ انسان سبت کے واسطے۔ سو تمہارا یہ کہنا کہ اُس دن نیکی کرنی ناروا
ہے خدا کی بزرگی میں خلل ڈالتا ہے۔ تم تو برتنوں اور ہاتھوں کے دھونے کا
بڑا غل مچاتے ہو اور سونف اور اجوائن کی دہ یکی دینے پر بڑے چُست ہو لیکن
تم شریعت کے سکھلانے والوں کے حق میں اچھا تھا جو انصاف اور ایمان
اور سخاوت کو مطلق نہ چھوڑتے۔ القصہ عیسیٰ کے دستوروں سے بعید تھا کہ کسی
بات کو اس لئے مانے کہ اکثر لوگ اُسے مانتے تھے یا اوروں کے اعتقاد یا رسموں
پر اُس کے اعتقاد یا رسموں کی بنیاد ذرا بھی پڑتی تھی۔ سقراط گو کہ بڑا دانشمند

وعقیل تو تھا تاہم اُس نے ایک مرغ اپنی بیماری سے چنگا ہونے کی خوشی پر دیوتا
کے سامنے قربان کیا اور عیسیٰ کے قتل کرنے والے پلاطوس کی کچہری میں اس خوف
سے نہ گئے کہ مبادا ناپاک ہوں ہر چند عیسیٰ کے خون سے اُن کو دریغ نہ تھا۔ یہ کیا
ہی واہی تباہی خیال تھے کہ ظاہری امور کی پابندی سے باطنی اصول کو ترک
کر گئے۔ پر دیکھو کہ اس ظلم کے جواب میں اُس نے صلیب پر لٹکے لٹکے کیا
دُعا مانگی۔ کہ اے باپ انہیں معاف کر کیونکہ یہ نہیں جانتے کہ کیا کرتے ہیں۔
غرض ہر چند عیسیٰ کے دین میں کامل محبت کے ساتھ آزادگی تو ہے مگر بد
پرہیزی کا نام و نشان بھی نہیں۔ اصلی محبت تو سچائی کے ایک ایک دانہ
کو بزور پکڑ رکھتی ہے نظر انداز نہیں کرتی۔ بد پرہیزی کی علامت یہ ہے کہ چھوٹی
چھوٹی باتوں کو ناچیز اور نکمی سمجھ سمجھ کے فرمانبرداری کی بندش کو کھول تھوڑے
عرصہ میں انسان کو گستاخ و بے لگام بنا دیتی ہے۔ محبت البتہ آدمیوں کی
خطاؤں سے چشم پوشی تو کرتی ہے مگر رعایت داری عین قصوروں کو بے عیب
مانتی ہے۔ محبت سچائی کو کمال چاہتی رعایت داری جھوٹ سچ کو برابر کر دیتی بلکہ
عقل کو الہام سے بھی بڑا بنا کر آخر بے عقلی کے دریا میں غوطہ مار مار خرابیاں پیدا
کر دیتی ہے۔ ایک پاک محبت کے حکم سے عیسیٰ نے اُس بے گناہ عورت کے
مدعیوں سے تو کہا کہ جو تم میں سے بے گناہ ہے وہی پہلے اس پر پتھر ڈالے
لیکن خاص عورت سے کہا جا اور پھر گناہ نہ کر جیوں کہتا ہے کہ عیب جوئی نہ
کرو تاکہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جاوے تیوں یہ بھی کہتا ہے کہ جو شخص تمام
حکموں میں سے کسی کو توڑے اور لوگوں کو ایسی ہی تعلیم دے وہ آسمان
کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا ہوویگا۔ جیوں کہتا ہے کہ جو شخص ہمارے
ساتھ نہیں سو ہمارا مخالف ہے تیوں کہتا ہے کہ جو ہمارا مخالف نہیں سو ہمارے
ساتھ ہے۔ اِس دانائی اور پاکیزگی میں الوہیت اُس کی انسانیت سے ظاہر ہوتی
ہے۔ پھر دیکھو کہ عیسیٰ میں ایک اور خاص فضیلت یہ ہے کہ اگرچہ اُس کی تعلیم

تمام حکمت ومنطق سے اشد بالا تر ہے بلکہ انسان کی قدرت تفسیر وتشریح سے باہر ہے تاہم وہ اس صفائی وصداقت کے ساتھ سکھلاتا ہے کہ ہر قسم کے لوگ اس کی ہدایت کو سمجھ سکتے ہیں۔ سبب اس کا یہ ہے کہ وہ سیدھی راہ سے انسان کے دلوں کے موافق بات چیت کرتا تھا۔ کچھ واسطہ علماء اور فضلا کی منطقی دقائق سے نہیں رکھتا تھا۔ سچ ہے کہ کسی عالم نے عیسےٰ سے پیشتر نیکی کا ایسا طریقہ نہیں بتلایا تھا جسے غریب انپڑھ آدمی سمجھ سکیں۔ بھلائی کو انہوں نے الجمیل یا المناسب کہہ کہہ کے لوگوں کے مدِ نظر البتہ کر تو دیا تھا۔ لیکن ایسی عجیب عبارت کو کون پرکھے اور اس پر کون عمل کرے گویا دنیا اُن علماء سے روٹی چاہتی تھی اور وہ پتھر دیتے تھے۔ لیکن عیسےٰ نے اُن کو صاف صاف سُنایا کہ تمہاری حاجتیں کیا کیا ہیں تم کو کیا کیا ہونا اور کیا کیا کرنا چاہیئے تاکہ حیاتِ ابدی حاصل کرو۔ سُنتے ہی اُن کے دلی خیال ہاں ہاں بول کے جواب دینے لگے۔ کیونکہ اُس کی تعلیم ایک سوکھا روکھا سبق نہیں بلکہ ایک حرکت کرنے والی قوت اور مرد بزرگ کی پیاری رفاقت تھی۔ اپنی انسانیت کی محبت آمیز باتیں بول بول اپنا چال اُنہیں پر سنوارتا رہا۔ اُس کی تعلیم سمجھنے کے لئے صرف یہی ایک امر درکار ہے کہ سُننے والا انسان ہو۔ خیر اگر مرضی ہو کہ اُس کو محض ایک آدمی کہو تو یہ بتلاؤ کہ اُس کے سوا کون آدمی ایسا ہُوا جو انسان کی ذات پر ایک پاک روشنی کے طور آسمان سے اُترا ہو۔ ایک ایسی روشنی کے طور پر آسمان سے اُترا ہو کہ جو انسان کی آنکھ میں اُس ڈھنگ پر چمکے کہ اُس میں ہر ایک زندہ بشر گویا، وزر روشن کی سچائی میں خوش وتازہ رہے۔ کئی آدمی سچائی کی نسبت بحث تو کر چکے ہیں لیکن عیسٰی ہی سچائی اور صرف سچائی پر چلتا ہے اُس سے پیشتر کسی نے سچائی کی ایسی وضع ظاہر نہ کی کہ جسے ہر خاص وعام قبول کرے باوصف اُس کے کہ اُس کی تعلیم اور اَور تعلیم میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ کیا یہ تعلیم الہٰی قرینہ پر ہے یا نہیں۔ اس موقع پر مناسب ہے کہ تھوڑا سا انتخاب قدیمی عالموں

کی ہدایت سے اس نظر سے کیا جائے کہ ناظرین اُن کی رائے مذہبی امور کی بابت دیکھیں۔ سلسیوس نامی ایک فاضل نے دین عیسوی کی تردید پہ یہ بات لکھی جسے ہم اس دین کی بھاری دلیل مانتے ہیں کہ اس دین کے بڑے ماننے والے لیئے جاہل اور پاجی آدمی ہیں جو عالموں کے سامنے منہ بھی نہیں کھولنے پاتے یعنے جلاہے چمار۔ حلال خور۔ اُن کی یہی مراد ہے کہ عورتوں اور لڑکوں کو اس مذہب پر رجوع کریں۔ پھر یوں لکھا ہے کہ وہ شخص بیوقوف ہوگا جس کے نزدیک ممکن نظر آئے کہ یونانی اور عجمی اور حبشی اور عرب وغیرہ دور ملکوں کے رہنے والے ایک ہی مذہب پہ آن کر چلیں۔ چنانچہ افلاطون کا بھی قول ہے کہ تمام مخلوق کے باپ اور مالک کو پانا مشکل ہے اگر ملے بھی تو اُسے سب پہ ظاہر کرنا ممکن نہیں۔ اس کے جواب میں ایک عیسوی مصنّف جسٹن شہید نامی نے خوب کہا ہے کہ ہمارا مسیح اپنی قدرت سے خاص ایسی ناممکن بات کو برلا چکا ہے سوطرطولیئن مصنّف نے بھی انجیل کی صفائی کی تعریف جس میں الہٰی فضیلت کا نشان بھی ہے یوں کہی کہ ہر ایک عیسوی حرفتکار نے خدا کو پایا ہے اور اُسے تجھ کو دکھلاتا ہے۔ ہاں مزید برآں جو اوصاف خدا میں مطلوب ہیں یہ شخص تیرے سامنے پیش کر سکتا ہے ہرگاہ افلاطون نے کہا تھا کہ دنیا کا خالق بمشکل ملتا جب ملتا بھی تو بہتوں پر ظاہر ہو نہیں سکتا۔ غرض ان تحریروں سے آشکارا ہے کہ عیسٰی سلسیوس اور افلاطون کے خلاف رائے خدا کو اُس آسانی وصفائی سے ظاہر کرتا ہے کہ اُس کے دین کی تعلیم ہر غریب آدمی اگر چاہے تو دے۔ اور اُس کے مذہب کو ہر فرد بشر ایک ایسے ایمان سے قبول کرے کہ جس کی بدولت انسان کی ساری نسل یکتا و واحد ہو سکتی ہے ✦

چھٹا باب

وہی بیان چلا جاتا ہے

دیکھو کہ جس علم اخلاق کی تعلیم عیسےٰ نے دی اُن اصلی قوانین پر مبنی ہے جو خدا کی حکومت کی بنیاد ہیں۔ اُس نے اس جھگڑے میں قدم نہیں رکھا کہ نیکی کی جڑ کیا ہے یا اس میں کہ انسان کا اصلی مقصد کیا ہے۔ مگر اپنی تربیت سر دست پیش کر دی تاکہ لوگ اس کی خوبیاں دیکھ کر اُس کی طرف رجوع لائیں خوبی اس میں یوں شامل حال ہے جیسا کہ خدا کی ذات میں ہے۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے خلقت کے وقت یہ نہیں سوچا کہ کون کون چیزیں خوش نما ہیں تو اُس نے ایسی ایسی ٹکڑوں کی بندش سے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ ویسا ہی عیسیٰ نے بلا فکر ایسی تعلیم دی کہ جو اپنے ہی اصلی زور سے انسان پر مؤثر ہے۔ سو اس کے چند قول نمونہ کے طور ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ کہ جیسا تم چاہتے ہو کہ اور لوگ تم سے سلوک کریں ویسا ہی اُن سے سلوک کرو۔ اپنے دشمنوں کو معاف کرو۔ جو لوگ تم سے عداوت رکھتے ہوں اُن کے ساتھ بھلائی کرو۔ بچوں کی مانند سچائی کو قبول کرو۔ صلح کرنے والے مبارک ہیں۔ ان سب قولوں سے ظاہر ہے کہ عیسےٰ نے یہ نہیں کیا کہ ایک خوبصورت تصویر کھینچے اور انسان کو اُس کی تعریف کرنے پر بلائے۔ مگر اُس نے ہم کو زندگی بسر کرنے کی ترکیب بتلائی۔ تمام جہان کے پاک ترین آدمی اکثر وہی ہوئے ہیں جنہوں نے بدوں فکر و فخر کے اس ہدایت پر عمل کیا۔ سوکھی ہدایت تو بُت کے برابر ہے۔ یہ تربیت ایک جیتے جاگتے مرد کے موافق ہے۔ ایک اور فضیلت یہ بھی ہے کہ عیسیٰ اپنی تعلیم کی کامیابی کی بابت نہ گھبرایا۔ ہر چند جانتا تھا